Majallah-yi Talim o Tahqiq
Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مجلہ تعلیم و تحقیق
مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363

Issue 2,Vol 4,April-June,2022
شمارہ ۲، جلد ۴، اپریل—جون، ۲۰۲۲

حدیث کذباتِ ثلاثہ کے بارے میں غلام احمد پرویز کے نقطہ نظر کا تحقیقی جائزہ

A research review of Ghulam Ahmad Pervez's point of view on the Hadith of *Kazibat-e- salasa*.

عنایت اللہ اصلاحی[1]
ڈاکٹر مقدس اللہ[2]

Keywords:

Ghulam Ahmad parvez, *Hadith Kazibat-e- salasa*.

Abstract:
There are four basic sources of Islam which are called *Adilla Sharia*. Among these sources the Hadith has the second rank. The *Muhaditheen* have carefully edited and preserved the Hadiths and prepared the collections. Imam Bukhari's book has very high place in these collections. The Ummah has declared his book to be the most correct book after the Qur'an. The ancient and moderate scholars have accepted it as the *Main source* of Islam. But unfortunately, the *Mutazila* and *Khawarij* denied the Hadiths and created a doubts in the minds of the people in this regards. After them the modernists of Egypt and India accepted their views and inflicted rational blows on the Hadiths. As a result the Hadiths of *Sahih Bukhari*, the second source of Islam were also made suspicious in the eyes of the people. One of these hadiths namely *Kazibat-e-Salasa* has been rejected by Ghulam Ahmad Pervez in his book *Maqam-e-Hadith* because it is against the sense and wisdom. Because in this Hadith a lie is attributed towards a prophet. In this article, we will examine the views of Ghulam Ahmad Pervez and other Islamic scholars and try to prove that has misinterpreted the Hadith *Kazibat-e-Salasa* (کذباتِ ثلاثہ). Some modernists reject this Hadith because of the word *"KIZB"* however we will quantitatively analyze the view of Ghulam Ahmad Pervez in the light of classical and contemporary scholars existing in the relevant literature.

1۔پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹکنالوجی پشاور، پاکستان Islahi313@gmail.com
2۔اسسٹنٹ پروفیسر قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹکنالوجی پشاور، پاکستان ای میل drmqds@qurtuba.edu.pk

تمہید وتعارف:

بخاری شریف کی حدیث ہے "لم یکذب ابراہیم غیر ثلاث" کہ ابراہیم علیہ السلام نے تین مواقع پر جھوٹ بولا تھا۔ یہ روایت احادیث کی مختلف کتابوں میں تین صحابہ کرام سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام نسائیؒ، امام ابوداودؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ترمذی، ابن حبانؒ، ابن ابی شیبہؒ، ابن خزیمہؒ، ابویعلیٰؒ اور ابوعوانہؒ کے علاوہ کئی محدثین نے نقل کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ سے ثابت ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم کے علاوہ امام ترمذی، ابن حبان اور امام ابوعوانہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ یہ حدیث امام بخاری م 256ھ کی پیدائش سے پہلے عبداللہ بن مبارک م 181ھ نے بھی بیان کی ہے۔ ان کے علاوہ امام بخاری کے دو اساتذہ امام احمد بن حنبلؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ کسی محدث نے آج تک اس حدیث کا انکار نہیں کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ کرام اور تابعین عظام سے بھی یہ روایت اسی طرح ثابت ہے۔

حدیث کذبات ثلاثہ میں چونکہ ایک عظیم المرتبت پیغمبر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف تین مواقع پر جھوٹ کی نسبت کی گئی ہے اس لیے بعض اہل علم اور متجددین جیسے غلام احمد پرویز، اسلم جیراجپوری اور عبداللہ چکڑالوی نے اس حدیث کو خلاف عقل قرار دے کر رد کیا ہے۔ وہ تین مواقع کون سے ہیں؟ ان کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "لم یکذب ابراہیم غیر ثلاث کذبات، ثنتین فی ذات اللہ عزوجل، قولہ انی سقیم،وقولہ بل فعلہ کبیرھم ھٰذا ،وقال بینما ھو ذات یوم وسارۃ اذ اتیٰ علیٰ جبار من الجبابرۃ"[3] کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کبھی جھوٹ نہیں بولے سوائے تین مرتبہ کے۔ دو مرتبہ تو خدا کے واسطے بولا ہے۔ ان کا کہنا کہ "انی سقیم" (یعنی میں بیمار ہوں) اور یہ کہنا کہ "بل فعلہ کبیرھم ھٰذا" (میں نے یہ کام نہیں کیا بلکہ ان سب میں جو یہ بڑا بت ہے اس نے کیا ہے)۔ اور ایک دفعہ ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی حضرت سارہ کے ساتھ جا رہے تھے کہ ایک ظالم بادشاہ پر ان کا گزر ہوا، کسی نے ان سے کہا کہ یہاں ایک شخص آیا ہے، اس کے ہم راہ ایک نہایت حسین عورت ہے۔ تو اس ظالم بادشاہ نے ان کے پاس اپنا آدمی بھیجا اور سارہ کی بابت ان سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہہ دیا کہ یہ میری بہن ہے حالانکہ سارہ ان کی بہن نہیں بلکہ ان کی بیوی تھی۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ یہاں اگرچہ لفظ جھوٹ ذکر ہے، لیکن اس سے مراد "توریہ" ہے جسے "تعریض" بھی کہتے ہیں اور ایسا کرنا شرعاً جائز ہے۔ یہاں توریہ اور تعریض کو حدیث میں کذب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اہل حجاز کی لغت میں توریہ کو کذب کہا گیا ہے۔ جیسے کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور حافظ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا ہے[4]۔

اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ بخاری شریف "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" ہے لیکن غلام احمد پرویز[5] نے اپنی مشہور کتاب "مقام حدیث" میں اس کی نہایت صحیح الاسانید احادیث پر عقلی وار کئے ہیں۔ جن میں یہ حدیث بھی شامل ہے۔ پرویز صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث

---

[3]۔ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الانبیاء، باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا، کتبہ رحمانیہ، اقرأ سنٹر اردو بازار لاہور، ج ۱، ص ۵۹۱

[4]۔ ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل، شہاب الدین، احمد بن علی بن محمد الکنانی، الحافظ، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج 6، ص 391۔

[5]۔ غلام احمد پرویز کی پیدائش جون، 1903ء میں مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کے قصبہ بٹالہ میں ہوئی تھی، جو مختلف خصوصیات کی بناء پر ایک مشہور بستی تھی۔ 1922ء کے قریب سرکاری ملازمت میں داخل ہوئے۔ فروری 1985ء کو 82 سال کی عمر میں فوت ہوئے ہیں۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور کے ناظم تھے۔ سرسید

میں چونکہ ایک نبی کی طرف جھوٹ کی نسبت کی گئی ہے اور ایک نبی کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اپنی جان کو بچانے کے لئے آپ نے جھوٹ کا سہار لیا ہے، جو کہ ایک غیر معقول بات ہے۔ لہذا یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہو سکتی۔ اور یوں اس حدیث کی حیثیت کو سرے سے تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ اگرچہ بخاری شریف کے متعدد ابواب میں یہ حدیث مختلف طرق کے ساتھ درج ہے اور بخاری کے ساتھ ساتھ امام مسلم، امام ترمذی اور دوسرے اکابر محدثین نے اس حدیث کی تخریج کی ہے لیکن پرویز صاحب نے صرف اس بنیاد پر اس کو رد کیا ہے کہ یہ حدیث عقل کے خلاف ہے، کیوں کہ انبیاء جھوٹ سے بالاتفاق معصوم ہیں۔

حدیث "کذبات ثلاثہ"

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو صحیح بخاری "کتاب البیوع" "باب شراء المملوک من الحربی" میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَام بِسَارَةَ ، فَدَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ مِنَ الْمُلُوكِ، أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ ، فَقِيلَ : دَخَلَ إِبْرَاهِيمُ بِامْرَأَةٍ هِيَ مِنْ أَحْسَنِ النِّسَاءِ ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ ، أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ، مَنْ هَذِهِ الَّتِي مَعَكَ ؟ قَالَ : أُخْتِي ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا ، فَقَالَ : لَا تُكَذِّبِي حَدِيثِ، فَإِنِّي أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكِ أُخْتِي ، وَاللَّهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ ، فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ ، فَقَامَ إِلَيْهَا ، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي ، فَقَالَتْ : اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي ، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ ، فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ ، قَالَ الْأَعْرَجُ : قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ : إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ ، قَالَ : قَالَتِ : اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتْ ، يُقَالُ : هِيَ قَتَلَتْهُ فَأُرْسِلَ ، ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا ، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ تُصَلِّي ، وَتَقُولُ : اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي ، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الْكَافِرَ فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : قَالَ أَبُو سَلَمَةَ : قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَقَالَتْ : اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتْ ، فَيُقَالُ : هِيَ قَتَلَتْهُ ، فَأُرْسِلَ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ ، فَقَالَ : وَاللَّهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا ارْجِعُوهَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ ، وَأَعْطُوهَا آجَرَ فَرَجَعَتْ إِلَى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَام ، فَقَالَتْ : أَشَعَرْتَ أَنَّ اللَّهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً۔[6]۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیمؑ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا سوا تین مرتبہ کے۔ دو مرتبہ تو خدا کے واسطے۔ ان کا کہنا کہ "انی سقیم" (یعنی میں بیمار ہوں) اور یہ کہنا کہ "بل فعله كبيرهم هٰذا" (میں نے یہ کام نہیں کیا بلکہ ان سب میں جو یہ بہت بڑا بت ہے اس نے یہ کیا ہے)۔ تو خدا کے لئے تھا اور آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ا یک دن ابراہیم علیہ السلام اور سارہ جا رہے تھے کہ ایک

احمد خان کے پیرو تھے۔ اور پاکستان میں سرسید کے فکر کو عام کرنے میں آپ کا بڑا کردار ہے۔ آپ ہی نے پاکستان میں "فتنہ انکار حدیث" کی قیادت کی اور اپنی صلاحیتوں کی بنا پر لوگوں میں خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ میں نہایت معروف ہو گئے تھے، اسی وجہ سے آپ کے نظریات کو بھی لوگوں نے قبول کیا۔

آپ نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں مشہور یہ ہیں۔ سلسلہ معارف القرآن (اس میں درج ذیل مضامین شامل ہیں۔ (1۔ من ویزدا ں۔ ابلیس و آدم 3۔ جوئے نور 4۔ برق طور 5۔ شعلہ مستور 6۔ معراج انسانیت 7۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں)، مفہوم القرآن (تین جلدیں)، مطالب الفرقان (تفسیر القرآن بالقرآن کے منہج پر قرآن کی تفسیر)، مقام حدیث، معراج انسانیت، انسان نے کیا سوچا؟، اسلام کیا ہے؟، شعلہ مستور، کتاب التقدیر، شاہکار رسالت،، جہاد قرآن کریم کی روشنی میں، لغات القرآن، تبویب القرآن،، ختم نبوت اور تحریک احمدیت، ابلیس و آدم، سوشل ازم، قرآنی قوانین، تحریک پاکستان اور پرویز، مزاج شناس رسول اور سلسبیل۔ ان کے علاوہ بھی آپ کے کئی تصانیف موجود ہیں۔

[6]۔ بخاری،، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب شراء المملوک من الحربی، ج ا، ص ۳۹۱

ظالم بادشاہ پر ان کا گذر ہوا، کسی نے اس سے کہا کہ یہاں ایک شخص آیا ہے اس کے ہم راہ ایک عورت ہے جو خوبصورت لوگوں میں سے ہے۔ پس اس ظالم نے ان کے پاس آدمی بھیجا اور سارہ کی بابت ان سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہہ دیا کہ "ھٰذہ اختی" یہ میری بہن ہے۔ پھر سارہ کے پاس گئے اوار کہا کہ اے سارہ روئے زمین پر کوئی مومن میرے اور تمہارے سوا نہیں ہے اور اس ظالم نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہہ دیا کہ میری بہن ہے۔ پس تو مجھے جھوٹانہ کرنا۔ پھر اس ظالم نے سارہ کو بلوا بھیجا۔ جب سارہ اس کے پاس گئیں اور وہ ان کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا تو وہ مرگی میں مبتلاء ہو گیا۔ اس نے کہا کہ تم اللہ سے دعا کرو اور اب میں تمہیں کچھ ضرر نہیں پہنچاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے اللہ سے دعا کی اور اچھا ہو گیا۔ پھر دوبارہ اس نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ پھر اسی طرح مبتلاء ہو گیا۔ یا اس سے بھی زیادہ۔ پھر اس نے سارہ سے کہا کہ میرے لئے اللہ سے دعا کرو اب تمہیں ضرر نہیں پہنچاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے دعا کی وہ اچھا ہو گیا۔ پس اس نے اپنے کسی دربان کو بلایا اور کہا کہ میرے پاس انسان کو نہیں لایا تو میرے پاس شیطان کو لایا ہے۔ پھر اس نے سارہ کی خدمت کے لئے ہاجرہ کو دیا۔ پھر سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئی اور وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کیا ہوا؟ سارہ نے کہا کہ اللہ نے کافر کا فریب اس کے سینے میں رد کر دیا اور اس نے ہاجرہ کو خدمت کے لئے دیا۔

حدیث کذبات ثلاثہ کی تخریج:

ابراہیم علیہ السلام کے کذبات ثلاثہ کے بارے میں جس حدیث کے متن پر غلام احمد پرویز صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ اس میں پیغبر خدا کی طرف دروغ گوئی کی نسبت کی گئی ہے۔ یہ تو منصب نبوت کے منافی ہے، اس حدیث کو بخاری، مسلم، ترمذی اور امام احمد نے نقل کیا ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی تخریج چھ مقامات پر کی ہے۔

کتاب البیوع، باب شراء المملوک من الحربی میں سند یہ ہے ۔حدثنا ابوالیمان ،اخبرنا شعیب،حدثنا ابوالزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ[7]۔

کتاب الھبة،با ب اذا قال اخدمتک ھٰذہ الجاریة میں اس کی سند یہ ہے-حدثنا ابوالیمان،اخبرنا شعیب ،حدثنا ابوالزناد،عن الاعرج عن ابی ہریرۃ[8]۔

کتاب احادیث الانبیاء،باب قوله واتخذالله ابراہیم خلیلا میں اس کی سند یہ ہے- حدثنا سعید بن تلید الرعینی قال اخبرنا ابن وھب قال اخبرنی جریربن حازم عن ایوب عن ابی ہریرۃ[9]۔

کتاب احادیث الانبیاء،باب قوله واتخذالله ابراہیم خلیلا میں اس حدیث کی دوسری سند یوں ہے-حدثنا محمدبن محبوب قال حدثنا حمادبن زید عن ایوب عن ابی ہریرۃ[10]۔

---

[7]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب شراء المملوک من الحربی ، ج ا، ص ۳۶۷

[8]۔ بخاری، کتاب الھبۃ، باب اذا قال اخدمتک ھٰذہ الجاریۃ، ج ا، ص ۴۶۱

[9]۔ بخاری،، کتاب احادیث الانبیاء، باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا،، ج ا، ص ۵۹۱

[10]۔ بخاری،، کتاب احادیث الانبیاء، باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا،، ج ا، ص ۵۹۱

کتاب النکاح،باب اتخاذ السراری میں سند یہ ہے-حدثنا سعید بن تلید ،قال اخبرنی ابن وھب قال اخبرنی جریر بن حازم عن ایوب عن محمد عن ابی ھریرۃ[11]۔

کتاب الاکراہ، باب اذااستکرھت المرء علیٰ الزنا میں سند یہ ہے-حدثنا ابوالیمان ،حدثنا شعیب،حدثنا ابوالزناد،عن الاعرج ،عن ابی ھریرۃ[12]

اس کے علاوہ امام مسلم نیساپوریؒ نےکتاب الفضائل باب فضائل ابراہیم علیہ السلام میں نقل کیا ہے۔

سندیوں ہے۔ابوالطاہر ،عبداللہ بن وھب،جریر بن حازم،ایوب السختیانی،محمد بن سیرین،ابوھریرہ [13]-

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کوکتاب التفسیر سورت الانبیاء میں نقل کیا ہے ۔

سندیوں ہے-سعید بن یحیٰ الاموی،یحیٰ الاموی،محمد بن اسحٰق،ابوالزناد،عبدالرحمٰن الاعرج،ابوھریرہ[14]

تخریج الحدیث: صحیح الاسناد۔ ترمذی نے کہاہے ھٰذا حدیث حسن صحیح -کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔امام البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

حدیث کذباتِ ثلاثہ کے بارے میں غلام احمد پرویز کا نقطہ نظر:

غلام احمد پرویز صاحب نے اپنی کتاب مقام حدیث میں "انبیائے کرام کے متعلق "کا عنوان قائم کیا ہے اور اس عنوان کے تحت انہوں نے بخاری شریف کے نہایت صحیح الاسناد احادیث کو ماننے سے انکار کیا ہے۔ان احادیث میں انہوں نے "حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جھوٹ" کے نام سے حدیث کذباتِ ثلاثہ کو بھی ذکر کیا ہے۔اس حدیث اور بخاری شریف کے دیگر احادیث کے بارے میں اسی کتاب کے صفحہ 205 پر فرماتے ہیں۔

"یہ نمونہ ہے ان احادیث کا جو بخاری میں درج ہیں۔اس میں اس قسم کی اور بہت سی احادیث ہیں۔ان احادیث میں سے اگر ایک کا بھی انکار کیا جائے تو ان حضرات کے نزدیک آپ کافر ہو جاتے ہیں"۔

اب آپ خود فیصلہ کرلیجئے کہ کیا اس قسم کی احادیث اس قابل ہیں کہ ان کے متعلق یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ فی الواقعہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ہیں۔اس قسم کی وہ احادیث جن کے انکار کرنے پر طلوع اسلام کو منکر حدیث اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے۔اور اس قسم کی ہیں وہ احادیث جن کو پیش کر کے مخالفین اسلام حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو معاذاللہ مورد طعن ٹھہراتے ہیں ۔ طلوع اسلام ان سے کہتا ہے کہ یہ احادیث ہمارے رسول ﷺ کی ہیں ہی نہیں۔اس لیے حضور ﷺ کا دامن اس قسم کے اعتراضات سے پاک ہے،اور یہ ہے کہ اس کا وہ جرم جس کی پاداش میں،اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے[15]۔

---

[11]۔بخاری،،کتاب انکاح، باب اتخاذ السراری،ج ۲،ص ۴۶۶

[12]۔ بخاری،،کتاب الاکراہ، باب اذااستکرھت المرأۃعلیٰ الزنا،ج ۲،ص ۵۶۵

[13]۔امام مسلم بن حجاج النیساپوری،ابوالحسین، صحیح مسلم،کتاب الفضائل،باب فضائل ابراہیم علیہ السلام ج 2

[14]۔محمد بن عیسیٰ ترمذی،ابوعیسیٰ،جامع الترمذی،کتاب التفسیر،سورۃ الانبیاء،ج ۲،ص ۷۴۳

[15]۔غلام احمد پرویز،مقام حدیث،طلوع اسلام ٹرسٹ بی/25 گلبرگ لاہور،ص 205

غلام احمد پرویز نے اس حدیث کو سرے سے تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قسم کے احادیث نبی اکرم ﷺ کے ہو نہیں سکتی۔

ہم اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہیں کہ حدیث کا صحیح مفہوم اور محمل کیا ہے، اور اس حدیث کے متعلق علماء کرام، محدثین اور مفسرین کے آراء بھی ذکر کرتے ہیں۔اور ساتھ ان وجوہات کو بھی بیان کرتے ہیں، جن کی بناپر پرویز صاحب نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔اسی طرح حدیث میں وارد لفظ "کذب" کی حقیقت اور کذب کے مزید مجازی اور احتمالی معانی مثلاً توریہ، تعریض، ایہام اور معاریض کو بیان کرتے ہیں۔

کذب کی حقیقت:

کذب کے معنی صرف جان بوجھ کر خلاف واقعہ بات کرنا یعنی جان بوجھ کر جھوٹ بولنا نہیں ہیں جو گناہ کبیرہ ہے اور نفاق کی علامت ہے بلکہ عربی زبان میں اس کے کئی معانی آتے ہیں۔ جن میں ایک معنٰی کو ترجیح دینے کے لیے ضروری ہے کہ موقع محل کو بھی دیکھا جائے اور متکلم کی حیثیت کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔علامہ زبیدیؒ تاج العروس شرح قاموس اللغات میں لکھتے ہیں۔

"قال ابن الانباری ان الکذب ینقسم الی خمسة اقسام احدٰھن:تغیرالحاکی مایسمع، وقوله مالایعلم نقلاوروایة، الثانی: ان یقول قولا یشبه الکذب ولایقصد به الا الحق ومنه کذب ابراہیم ثلاث کذبات ای قال قولا یشبه الکذب وھوصادق فی الثلاث،الثالث:بمعنی الخطاء وھوکثیر فی کلامھم والرابع:البطول کذب الرجل بمعنی بطل علیه امله ومارجاه الخامس:بمعنی الاغراء وقد تقدم بیانه"[16]-

ابن الانباریؒ نے کہا ہے کہ کذب کی پانچ قسمیں ہیں یعنی پانچ معانی ہیں۔

ایک ہے سنی ہوئی بات کو بیان کرنے کے وقت بدل دینا اور وہ بات کہنا جسے وہ جانتا ہی نہ ہو، یہ وہ قسم ہے جو گناہ ہے۔اور انسان کی مروت اور شرافت کو گرادیتی ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی شخص ایسی بات کہے جو جھوٹ کے مشابہت رکھتی ہو مگر کہنے والے کا جو مقصد ہو وہ سچ ہو، ابراہیم علیہ السلام کے کذباتِ ثلاثہ کی حدیث میں یہ لفظ اسی معنٰی میں استعمال ہوا ہے یعنی انہوں نے ایسی بات کہی تھی جو جھوٹ سے مشابہ تھی مگر وہ اپنے مقصد کے اعتبار سے تینوں میں سچے تھے۔

تیسری قسم ہے خطا اور غلطی اور اس کی عربوں کے کلام میں بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

چوتھا معنٰی ہے، تمناؤں اور آرزوؤں کا پورا نہ ہونا "کذب الرجل" کے یہ معنٰی بھی آتے ہیں کہ اس کی تمنا اور امید باطل ہوگئی اور پوری نہ ہو سکی۔

پانچواں معنٰی ہے اغراء یعنی برانگیختہ کرنا، تیز کرنا اور آمادہ کرنا جس کی مثالیں گزر چکی ہیں۔

---

[16]۔سید مرتضیٰ حسین زبیدی، 1145ھ تا 1205ھ، مادہ کذب، ج3، ص129

ابن منظور افریقی لسان العرب میں "لایصلح الکذب الا فی ثلاث" جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے مگر تین موقعوں پر جائز ہے، اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قیل:اراد به معاریض الکلام الذی هو کذب من حیث یظنه السامع،وصدق من حیث یقوله القائل ،کقوله ان فی المعاریض لمندوحة عن الکذب وکالحدیث الآخرانه کان اذا اراد سفرا وَرِی ِبغیره[17]۔

کہا گیا ہے کہ اس کذب سے مراد تعریضی بات کرنا ہے جو سننے والے کے گمان کے اعتبار سے جھوٹ ہوتی ہے۔یعنی واقعے کی خلاف ہوتی ہے لیکن بات کرنے والے کے مقصد کے اعتبار سے سچی ہوتی ہے یعنی واقع کے مطابق ہوتی ہے جیسا کہ قول میں آیا ہے کہ تعریضی کلام کی وجہ سے صریح جھوٹ سے انسان بچ جاتا ہے یا جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو اسے پوشیدہ رکھ کر دوسری جانب اشارہ کر دیتے جو کھلا جھوٹ نہ ہوتا۔

توریہ اور تعریض کا مفہوم:

توریہ کا لغوی مفہوم:

توریہ باب تفعیل کا مصدر ہے ورّیٰ یورِّی تورية۔اس کے معنی ہے چھپانا اور کنایہ کرنا۔عرب کہتے ہیں!

"ورَّیت الشئ وواریته :اخفیته۔یعنی" ورَّیت الشئ "اور"واریته "کا مطلب ہے میں نے اس شے کو مخفی رکھا، چھپایا۔

اسی طرح لفظ ہے "تواریٰ هو :"استتر "یعنی وہ چھپ گیا/مخفی ہوا۔

توریہ کا اصطلاحی مفہوم:

التورية:وتسمیٰ الایهام ایضا ،،وهوا ن یطلق لفظ له معنیان قریب وبعید،ویراد به البعید اعتمادا علیٰ قرینة خفیة[18]

توریہ کو ایہام بھی کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایسا لفظ استعمال کیا جائے جس کے دو معنی ہوں۔ایک معنی قریب اور ایک معنی بعید اور وہ متکلم کسی مخفی قرینہ کا اعتماد کرتے ہوئے معنی بعید مراد لے۔

امام راغب اصفہانی مفردات میں توریہ کا مفہوم یوں بیان فرماتے ہیں۔

"توریہ یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام سے اس کے ظاہری معنی کے خلاف کسی معنی کو ظاہر کرے۔مثلاً جنگ کے دوران کہے کہ تمہارا امام مر گیا ہے اور وہ لفظ امام سے لغوی مراد لیتے ہوئے آگے والوں میں سے کسی کے مرنے والوں کی نیت کے"[19]۔

---

[17]۔ بن منظور افریقی، محمد بن مکرم بن علی بن منظور الانصاری الرویفعی، (630ھ تا 711ھ) لسان العرب، مادہ کذب، ج 1، ص 704 تا 711۔

[18]۔ القزوینی، الایضاح فی علوم البلاغۃ، دار الاحیاء العلوم، بیروت 1998، ص 331

[19] راغب اصفہانی، ابوالقاسم حسن بن محمد المعروف علامہ راغب، المفردات فی تحقیق مواد لغات العرب المتعلقہ بالقرآن، حصہ دوم، ص 67

عربی زبان میں توریہ کا لفظ کسی چیز کو چھپانے کی معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ قَالَ يَاوَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ[20]۔

اللہ نے پھر ایک کوا بھیجا جو زمین کو کرید رہا تھا، تاکہ قابیل کو دکھائے کہ وہ اپنے بھائی ہابیل کی لاش کو کس طرح چھپائے۔ کوے کو دیکھ کر وہ کہنے لگا ہائے افسوس! میں تو اس کوے سے بھی کمزور ہوں کہ اپنے بھائی کی لاش کو اس کوے کی طرح چھپالوں پس وہ بہت پشیماں ہوا۔

تعریض کا لغوی مفہوم:

تعریض باب تفعیل کا مصدر ہے۔ عرّض یُعرّض تعریض۔اس کا لغوی معنی یہ ہے کہ کسی دوسرے پر ڈھال کر بات کرنا۔عدم تصریح کو کہتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ تعریض عرض الشئ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہے جانب اور کنارہ، گویا کہ تعریض کرنے والا شخص اپنے مقصد کے گرد گھومتا ہے مگر اسے ظاہر نہیں کرتا[21]۔

تعریض لغت میں تصریح کی ضد ہے۔اور اس کے معنی ہے اپنی کلام میں ایسی چیز کو لے آنا کہ جو اپنے مقصود پر دلالت کی صلاحیت رکھتی ہو اور غیر مقصود کی طرف اس کی رہنمائی زیادہ مکمل اور زیادہ راجح ہو۔

تعریض کا اصطلاحی مفہوم:

علم بلاغت کی مشہور کتاب مختصر المعانی میں علامہ تفتازانیؒ تعریض کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

"کلام کو ایک ایسی جانب پھیرنا جو مقصود پر دلالت کریں۔یعنی جب اشارہ ایک جانب کیا جائے اور مراد دوسری جانب ہو تو یہ تعریض ہے"[22]

توریہ، تعریض اور معاریض یہ ہے کہ ایسی بات کہنا جس کا ایک ظاہری معنی ہو اور ایک باطنی معنی ہو لیکن کہنے والے کی مراد کچھ اور ہو اور سامع کی نظر صرف ظاہری معنی کی طرف جاتی ہو۔

توریہ عام طور پر شر سے بچنے کے لیے کیا جاتا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت توریہ کیا تھا جب انہوں نے اپنی عزت اور آبرو کو بچانے کے لیے بیوی کو بہن کہا تھا۔

یہاں ایک سوال اٹھتا ہے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام نے "انی سقیم"، " بل فعلہ کبرھم ھٰذا "اور" ھی اختی" سے مراد توریہ ہے تو حدیث میں انہیں کذب سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابن منظور افریقی نے لسان العرب میں اور علامہ زبیدی نے تاج

---

[20]۔القرآن،المائدہ: 31/ 5۔

[21]۔ علی محمد،انوار البیان فی حل لغات القرآن،البقرہ 235

[22]۔سعد الدین التفتازانی، مختصر المعانی، ص441، طبع میر محمد کتب خانہ کراچی۔پاکستان۔

العروس شرح قاموس میں کذب کے کئی معانی بیان کئے ہیں جس سے یہ بات خوب واضح ہوتی ہے کہ کذب خالص جھوٹ کو نہیں کہا جاتا بلکہ ان کا استعمال توریہ اور تعریض میں بھی ہوتا ہے۔ لٰہذا یہاں حدیث کذبات ثلاثہ میں بھی کذب سے مراد توریہ اور تعریض ہی ہے۔

"والمراد بالكذب صورة لاحقيقة، فيؤل ذٰلک بانه كذب بالنسبة الیٰ فهم السامعين، امافی نفس الامر فلا"[23]۔

کذب سے مراد صورۃ جھوٹ ہے حقیقۃ نہیں لٰہذا اس کی تاویل یوں کی جائے گی کہ یہ سامع کے اعتبار سے جھوٹ ہے اور حقیقت میں یہ سچ ہے۔

توریہ اور تعریض کا حکم:

توریہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا معنی مراد لیا جائے جو ظاہر کے خلاف ہو۔اس کا حکم یہ ہے کہ توریہ جائز ہے لیکن اس کے جواز کے لیے دو شرائط ہیں۔

1۔ پہلی شرط یہ ہے کہ لفظ اس معنی کا محتمل ہو۔

2۔ دوسری شرط یہ ہے کہ توریہ کی وجہ سے کسی پر ظلم نہ ہو۔

توریہ کی جواز کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ خوش طبعی میں توریہ کرنا جائز ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے ثابت ہے۔ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ صحابی کی بے خبری میں پیچھے کی طرف سے اپنے دونوں مبارک ہاتھ بغلوں کے نیچے سے نکال کر دونوں آنکھیں چھپالیں تاکہ وہ پہچان نہ سکے، پھر فرمایا کہ "من یشتری ھٰذا الغلام "کون اس غلام کو خریدے گا؟ تو یہاں رسول اکرم ﷺ نے توریہ ہی کیا کہ اس صحابی کو عبد کہا حالانکہ وہ آزاد انسان تھے لیکن یہاں مزاح کے طور پھر آپ نے عبد ہی کہا۔اور عبد سے مراد حقیقی غلام نہیں ہے بلکہ سارے بندگان اللہ کے غلام ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی توریہ کی شکل میں خوش طبعی تھی۔

توریہ جھوٹ نہیں ہے۔

توریہ جھوٹ نہیں ہے بلکہ جھوٹ سے نجات کا ایک راستہ ہے۔ یہ ایک مباح اور جائز عمل ہے جبکہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے۔البتہ توریہ کرتے وقت جھوٹ کی طرح نظر آتا ہے۔اسی طرح ہر جھوٹ بھی ناجائز نہیں ہوتا۔امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض اوقات جھوٹ بولنا واجب ہوتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کو ظلماً قتل کرنے یا اس کا مال غصب کرنے کا ارادہ کیا ہو اور دوسرے سے پوچھ لے کہ فلاں آدمی کدھر ہے؟ تو اس آدمی پر اس دوران جھوٹ بولنا واجب ہے تاکہ دوسرے انسان کا جان ومال محفوظ ہو۔ کیونکہ انسان کے جان ومال کی حفاظت واجب ہے تو جھوٹ بولنا بھی واجب ہوگا۔اور اگر حصول مقصود مباح ہو تو جھوٹ بولنا بھی مباح ہوگا[24]۔

---

[23]۔ محمد بن اسماعیل بخاری، ابو عبداللہ، الجامع الصحیح، حاشیہ 1، تجارت کتب حاجی نور محمد کتب خانہ، کراچی، ج1، ص474

[24]۔ محی الدین ،یحیٰ بن شرف ،نووی، ابوزکریا، ریاض الصالحین، مؤسسہ الرسالۃ، بیروت1998، ج1، ص439

حدیث کذبات ثلاثہ کے بارے میں مولانا مودودیؒ کا نقطہ نظر:

مولانا مودودیؒ اس حدیث کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں! "ایک گروہ روایت پرستی میں غلو کر کے اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ اسے بخاری اور مسلم کے چند راویوں کی صداقت تو زیادہ عزیز ہے اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ اس سے ایک نبی پر جھوٹ کا الزام عائد ہوتا ہے"[25]۔ رسائل و مسائل میں مولانا مودودیؒ اس حدیث کے طرق کی کثرت اور سند کی صحت کو تسلیم کرنے کے باوجود اس کے مفہوم و معنی پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

"لیکن ہمارے لیے ان راویوں کو جھوٹا ماننا جس قدر مشکل ہے اس سے بدر جہا زیادہ مشکل یہ باور کرنا ہے کہ ایک نبی نے جھوٹ بولا ہے یا نبی ﷺ نے معاذاللہ ایک نبی پر دروغ گوئی کا جھوٹا الزام لگایا ہے اس لیے لامحالہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ اس معاملہ میں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے جس کی بنیاد پر نبی ﷺ کا ارشاد صحیح طور پر نقل نہیں ہوا ہے"[26]۔

مولانا مودودی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے جو کہا ہے کہ یہ حدیث اگرچہ بخاری کی حدیث ہے اور صحیح الاسناد ہے۔ اور بخاری کے راوی عدالت کے اونچے مرتبے پر فائز ہیں، لیکن میرے نزدیک ایک نبی کا مرتبہ راویوں کے مرتبے سے بدرجہا بلند ہے۔ اور یوں مولانا مودودی نے اس حدیث کو درایتی اصولوں کے پیش نظر ماننے سے انکار کیا۔

لیکن یہاں ہم مولانا مودودی کے نقطہ نظر سے اتفاق نہیں کرتے ہیں۔ کیونکہ سب سے پہلے تو مولانا مودودیؒ حدیث کی روایتی حیثیت کو مانتے ہیں، لیکن درایتی حیثیت سے آپ اسے رد کرتے ہیں، لیکن مولانا کی نظر سے یہ بات شاید اوجھل ہو گئی ہے کہ یہ حدیث روایت اور درایت دونوں لحاظ سے صحیح ہے کیونکہ یہاں کذب سے مراد حقیقۃً جھوٹ نہیں ہے بلکہ عربی زبان میں اس لفظ کے اندر متعدد معانی کی گنجائش موجود ہے۔ جیسے کہ لغت کے ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ لفظ کذب سے توریہ اور تعریض بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ اور یہاں توریہ ہی کا معنی مراد ہے۔

غلام احمد پرویز، مولانا مودودی اور امام رازی سب نے اس حدیث پر نقد کی ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ پرویز صاحب نے یہ کہہ کر اس حدیث کو رد کیا کہ یہ عقل کے خلاف ہے اور یہ نبی کی حدیث نہیں ہو سکتی۔ مولانا مودودیؒ نے متفق علیہ حدیث کو سنداً صحیح تسلیم کر کے مفہوم و معنی کے اعتبار سے لغو، مہمل اور اسرائیلی افسانہ کہا ہے مگر امام رازیؒ نے مضمون و مفہوم کے اعتبار سے اس حدیث کو ناقابل قبول کہنے کے باوجود حدیث کے صحیح ہونے کے احتمال کو تسلیم کیا ہے اور اس کی وہی توجیہ کی ہے جو جمہور مفسرین نے کی ہے کہ اس میں کذب سے جھوٹ بولنا مراد نہیں ہے بلکہ تعریض وطنز اور توریہ ہے جو ظاہر میں جھوٹ ہوتا ہے مگر حقیقت میں متکلم کی مراد کے اعتبار سے سچ ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام رازی نے حدیث پر نقد اس طرح کیا ہے کہ جو لوگ کذب کو حقیقی معنی میں لیتے ہیں اور جھوٹ کی نسبت ایک نبی کی طرف کرتے ہیں۔ اور کذب کو حقیقی معنوں میں جھوٹ بولنے پر محمول کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے کہ ایک نبی کی طرف جھوٹ کی نسبت

[25]۔ ابوالاعلیٰ، مودودی، تفہیم القرآن، سورت الانبیاء، حاشیہ 60، ج3، ص167

[26]۔ ابوالاعلیٰ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، رسائل و مسائل، ج2، ص35

کی جائے۔البتہ اگر واقعی جھوٹ مراد ہو تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کسی مصلحت کی بنیاد پر اللہ نے نبی کو جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہو۔

لیکن یہاں ایک سوال ہے کہ امام رازیؒ جمہور مفسرین کے ساتھ اس بات میں تو اتفاق کرتے ہیں کہ " انی سقیم" اور "بل فعله کبیرهم هٰذا فسئلوهم"کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ توریہ اور تعریض ہے اور اس کے لیے انہوں نے خود اپنی تفسیر میں وجوہات بیان کی ہیں تو پھر "هی اختی" کہنے کو توریہ پر محمول کرنے میں کیوں انہیں تردد ہے؟ اگرچہ احتمالا انہوں نے اس احتمال کو قبول بھی کیا ہے۔لیکن اس لیے رد کیا ہے کہ یہاں جھوٹ اپنے آپ کو بچانے کی خاطر بولا گیا ہے جو کہ ایک نبی کی شان کے مخالف ہے۔اسی وجہ سے امام قسطلانی م 923ھ شارح بخاری نے امام رازی کے قول کو لیس بشئی کہا ہے یعنی کہا ہے کہ یہ کوئی قابل التفات قول نہیں ہے۔امام قسطلانیؒ امام فخر الدین رازیؒ کی عبارت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"واما قول الامام فخر الدين لاينبغى ان ينقل هٰذا الحديث،لان فيه نسبة الكذب الى ابراہيم وقول بعضهم له فكيف يكذب الراوى العدل وجواب الام له بانه لما وقع التعارض بين نسبة الكذب الىٰ الراوى وبين نسبة الكذب الىٰ ابراہيم الخليل كان من المعلوم بالضرورة ان نسبته الىٰ الراوى اولىٰ فليس بشئى اذالحديث صحيح ثابت وليس فيه نسبة محض الكذب الىٰ الخليل وكيف السبيل الىٰ تخطئةالراوى مع قوله انى سقيم وبل فعله كبيرهم هٰذا وعن سارة اختى ازظاهر هٰذه الثلاثة بلا ريب غير مراد"[27]۔

امام فخر الدین رازیؒ کی یہ بات کہ یہ کچھ حیثیت نہیں رکھتی کہ اس حدیث کی نقل کرنا مناسب نہیں ہے اس لیے کہ اس میں جھوٹ کی نسبت خلیل اللہ کی طرف کی گئ ہے ۔اول عادل راوی کی جانب جھوٹ کی نسبت اور خلیل اللہ کی طرف جھوٹ کی نسبت کے درمیان تعارض آجائے تو یہ بات ہر ایک کو قطعی طور پر معلوم ہے کہ اس صورت میں راوی کی جانب جھوٹ کی نسبت زیادہ بہتر ہے امام کی یہ بات اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حدیث صحیح ہے اور ثابت بھی ہے اور اس میں خالص جھوٹ بولنے کی نسبت ابراہیم خلیل اللہ کی جانب نہیں کی گئ ہے بلکہ کذب سے مراد یہاں تعریض اور توریہ ہے۔اور راوی کی جانب غلطی اور جھوٹ کی نسبت کے لیے کون سی وجہ ہے؟جب کہ انی سقیم ،بل فعله كبيرهم هٰذااور سارہ کو هی اختی کہنے کا ظاہری معنٰی بلاشبہ مراد نہیں ہے۔

علامہ کرمانیؒ شارح بخاری کی رائے:

علامہ کرمانی شارح بخاری نے بخاری کی شرح الکوثر الجاری میں لکھا ہے کہ :

قال الماوردى اماالكذب فيما طريقة البلاغ عن الله فالانبياء معصومون منه واما فى غيره فالصحيح الامتناع فيؤل ذٰلک بانه كذب بالنسبة الىٰ فهم السامعين اما فى نفس الامر فلا[28]۔

[27]۔ قسطلانی،ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک المصری القسطلانی،ارشاد الساری،ج5،ص348

[28]۔ محمد بن یوسف کرمانی،شمس الدین،البغدادی،العلامہ،الکوثر الجاری شرح بخاری المعروف بالکرمانی،ج14،ص16ص16

اماماور دی نے کہاہے کہ اللہ کاپیغام پہنچانے میں جھوٹ سے انبیاء معصوم ہیں اور دوسرے امور میں بھی صحیح بات یہی ہے کہ انبیاء جھوٹ سے معصوم ہیں اس وجہ سے اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ یہ بات سامعین کے فہم وفراست کے اعتبار سے جھوٹ تھی اس لیے کہ انہوں نے اسے نسبی بہن سمجھ لیا مگر نفس الامر میں یہ جھوٹ نہیں تھی (کیونکہ سارہ ابراہیم علیہ السلام کی سگی نہیں بلکہ اسلامی بہن ضرور تھی)۔

امام نووی شارح مسلم کی رائے:

مسلم شریف کے مشہور شارح امام محی الدین النووی ؒم 676ھ نے قاضی عیاضؒ سے نقل کیاہے کہ !

"حدیث میں مذکور تین باتیں سامعین کے فہم کے اعتبار سے تو جھوٹ تھیں، لیکن نفس الامر میں وہ جھوٹ نہیں تھیں جس کی شریعت میں مذمت کی گئی ہے اور اس کی دو وجوہات ہیں۔ایک یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے توریہ کیا تھا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ جھوٹ بھی ہو تو ظالموں کے ظلم سے بچنے کے لیے یہ جائز ہے۔فقہاء نے اتفاق کیاہے کہ اگر کوئی ظالم کسی انسان کے ظلما قتل کرنے کے لیے آرہاہو جو کسی جگہ چھپا ہوا ہے یا کسی انسان کی امانت غصب کرناچاہتاہے اور اس نے اس شخص سے پوچھا جسے معلوم تھا کہ انسان کہاں چھپا ہوا ہے ؟اور امانت کہاں رکھی گئی ہے ؟تو ایسے موقع پر علم سے انکار کرناواجب ہے۔اور یہ جھوٹ نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ واجب ہے کہ جھوٹ ہی بولے۔اس لیے کہ یہ جھوٹ مظلوم کو ظالم سے بچانے کے لیے ہے۔اور نبی علیہ السلام نے ہمیں اس حدیث میں بتایاہے کہ یہ تین جھوٹ اس جھوٹ میں شامل نہیں ہیں جو مذموم اور ممنوع ہے۔مازری نے کہاہے کہ بعض علماء نے ان کلمات کی تاویل کی ہے اور ان کو جھوٹ سے خارج کرنے کی کوشش کی ہے لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے ان پر جھوٹ کا اطلاق کیاہے تو اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔میں (نووی) یہ کہتاہوں کہ لفظ کذب کے اطلاق سے تو انکار نہیں کرناچاہیے اس لیے کہ یہ حدیث میں وارد ہے۔لیکن علماء نے ان کی جو تاویلات کی ہیں وہ صحیح ہیں"[29]۔

مولانا گوہر رحمٰن کی رائے:

"مولانا گوہر رحمٰنؒ تفہیم المسائل میں اس حدیث کے متعلق ایک سوال کے جواب میں مولانامودودیؒ کی رائے پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری ناقص رائے تو یہ ہے کہ بخاری ومسلم کی سخت ترین شرائط پر پورے اترنے والے ثقہ اور عادل وضابط راویوں سے ارشاد رسول نقل کرنے میں غلط فہمی نہیں ہوئی اور محدثین اور ائمہ حدیث نے بھی حدیث کو قابل قبول قرار دیاہے۔یہ روایت پرستی میں غلو نہیں ہے بلکہ صحیح حدیث کو قبول کرناہے ،جو اعتدال کی راہ ہے ،غلو نہیں ہے۔کیونکہ غلو تو تب ہوتا جب حدیث ضعیف الاسناد ہوتی یا قرآن کی آیت یا دین کے کسی قطعی اور اجماعی اصول سے اس کا ایسا تعارض ہوتا جس کا ازالہ ممکن نہ ہوتا۔دراصل مولانا محترم کو لفظ کذب کے معانی پر غور کرنے کا موقع نہیں مل سکا یا اس جانب ان کی توجہ مبذول نہیں ہو سکی۔ورنہ وہ اتنا سخت تبصرہ نہ فرماتے۔کذب کے معنی صرف جان بوجھ کر خلاف واقعہ بات کرنا نہیں ہے جو گناہ کبیرہ ہے ،بلکہ عربی زبان میں اس کے معانی توریہ اور تعریض بھی ہیں ،جیسا کہ لغت کی کتابوں میں درج ہے ،اور جمہور مفسرین کی رائے بھی ہے"[30]۔

---

[29]۔ محی الدین یحیٰ بن شرف النووی، صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب الفضائل، باب فضائل ابراہیم علیہ السلام، ج۱، ص۲۳۵

[30]۔مولانا گورر حمٰن ،المردانی، تفہیم المسائل ،ج6، ص76۔77

حدیث کذباتِ ثلاثہ کا مفہوم:

کذباتِ ثلاثہ کے متعلق محدثین اور مفسرین کی آراء یہ ہیں کہ یہ بات اپنی جگہ درست اور صحیح ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔انبیاء سے عمداً جھوٹ کا سرزد ہونا محال ہے۔کیونکہ وہ اللہ کے نمائندے ہوتے ہیں اور ان کا قول و عمل لوگوں کے لئے نمونہ عمل ہوتا ہے۔اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں تو قرآن کی گواہی ہے کہ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا[31] ذکر کرو کتاب (قرآن) میں ابراہیم کا بے شک وہ صدیق تھے اور نبی تھے۔

صدیق صدق میں صدوق کا مبالغہ ہے، جس کے معنی ہے "الصديق الكثير الصدق القائم عليه" صدیق وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ سچ بولتا ہو اور سچائی وراستی پر قائم ہو۔

امام رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیر مفاتیح الغیب میں فرماتے ہیں" هوالذى يكون عادته الصدق،" صدیق ہوتا ہے جو سچ بولنا اس کی عادت بن گئی ہو۔اس روایت میں جھوٹ کا لفظ تو موجود نہیں ہے البتہ بیوی کو بہن کہنے کا ذکر موجود ہے۔مگر حدیث کے الفاظ میں اس کی توجیہ خود سیدنا ابرہیم علیہ السلام سے نقل ہے۔وہ یہ ہے کہ ان کی مراد ھٰذہ اختی سے نسبی نہیں بلکہ دینی بہن تھی۔جس کے ساتھ نکاح حرام نہیں ہے۔جبکہ دوسری طرف ان ظالم درندوں نے نسبی بہن سمجھ لیا تھا۔جس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔اس قسم کے الفاظ کو جھوٹ نہیں، بلکہ شریعت میں اس کو "توریہ" کہتے ہیں۔اور شریعت میں اس کی گنجائش موجود ہے اور جائز ہے۔

اپنے آپ کو یا کسی دوسرے شخص کو ظالم کے ظلم سے بچانے کے لئے یا کسی دوسری مصیبت سے محفوظ کرنے کے لئے ایسا لفظ کہنا جائز ہے جس کے دو معانی ہوں،ایک معنی قریب اور متبادر اور دوسرا بعید اور غیر متبادر، متکلم کی مراد دور کے معنی ہوں اور اس کے اعتبار سے یہ سچ ہو جھوٹ نہ ہو اور مخاطب غلط فہمی کی بنا پر متبادر معنی سمجھ لے اور اس کے لحاظ سے یہ جھوٹ ہو، یہ اس لئے جائز ہے کہ حقیقت میں یہ جھوٹ نہیں ہے بلکہ جھوٹ کے مشابہ ہوتا ہے،یعنی صورتاً جھوٹ ہوتا ہے حقیقتاً جھوٹ نہیں ہوتا۔

ابراہیم علیہ السلام نے بادشاہ کی عادت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی بیوی کی آبرو اور اپنی جان بچانے کے لئے ایک جائز تدبیر سے کام لیا جو قابل اعتراض کام نہیں تھا۔لیکن یہ تدبیر ناکام ہوگئی۔اور بادشاہ نے اپنی عادت کے خلاف سارہ کو غیر شادی شدہ سمجھنے کے باوجود اپنے پاس منگوالیا، مگر اللہ نے اس کی دعا قبول فرما کر ظالم کو ذلیل اور سرنگوں کردیا۔اور حضرت ابراہیم کی جان اور سارہ کی آبرو دونوں کو بچالیا جو ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ تھا،اور سارہ کی کرامت تھی۔

حدیث کذباتِ ثلاثہ کے بارے میں محدثین کے آراء:

یہ ایک صحیح الاسناد حدیث ہے،اور اس کے ساتھ ساتھ ایک متفق علیہ حدیث ہے جس کی تخریج بخاری اور مسلم نے کی ہے۔اور جس حدیث کی تخریج بخاری اور مسلم دونوں کریں تو امت اس حدیث کو قبول کرتی ہے۔اس حدیث میں قابل اعتراض کوئی بات نہیں ہے۔حدیث کے

[31]۔سورت مریم آیت 41

مستند شارحین نے بھی اس کو قابل اعتراض قرار نہیں دیا۔ لیکن بد قسمتی سے پرویز صاحب نے اسے لغو اور عقل و نقل کے خلاف قرار دیا ہے۔ یہ روایت بخاری اور مسلم کی سخت ترین شرائط پر پوری اترتی ہے۔ اس کے راوی ثقہ، عادل اور ضابط ہیں۔

امام رازی کی رائے:

امام فخر الدین رازیؒ م 606ھ نے اس حدیث کے بارے میں دو قول نقل کئے ہیں۔ ایک محققین کا یہ قول کہ یہ جھوٹ نہیں ہے بلکہ تعریض اور توریہ ہے۔ اور دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ بعض مصالح کی بناء پر جھوٹ بولنا واجب ہوتا ہے، مثلاً اگر کوئی نبی کسی کے گھر میں پناہ حاصل کر لے اور ظالم آکر اس کے بارے میں پوچھے تو اس حالت میں جھوٹ بولنا واجب ہو جاتا ہے، تاکہ نبی کی جان بچ جائے۔ جب یہ حکم ہے تو بعید نہیں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے کسی دینی مصلحت کی وجہ سے ان باتوں کی اجازت دی ہو۔ اس کے بارے آگے امام رازی فرماتے ہیں۔

"اما الخبر الاول وھوالذی رووہ فلان یضاف الکذب الیٰ رُواتِه من ان یضاف الیٰ الانبیاء علیھم السلام، والدلیل القاطع علیه انه لوجاز ان یکذبوا لمصلحة ویاذن الله فیه، فلَنَجوزھٰذاالاحتمال فی کل مااخبرواعنه وفی کل مااخبرالله تعالیٰ وذالک یبطل الوثوق بالشرائعِ، وتطرق التُھمةُالیٰ کلھا، ثم ان ذٰلک الخبر لوصحَّ فھو محول علی المعاریض علیٰ ماقال علیه السلام ،ان فی المعاریضِ لمندوحة عن الکذِبِ"[32]۔

"جس سے حدیث کو انہوں نے نقل کیا ہے تو ان کے راویوں کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا زیادہ بہتر ہے بمقابلہ اس کے کہ انبیاء کی طرف جھوٹ کو منسوب کیا جائے۔ اس بات کی قطعی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی مصلحت کے لیے انبیاء کا جھوٹ بولنا اور اللہ کی جانب سے اس کی اجازت دینا جائز ہو، تو پھر ہر اس خبر کے بارے میں جو انبیاء نے اللہ کی جانب سے دی ہو اور ہر اس خبر کے بارے میں جو اللہ نے دی ہو ہم جھوٹ کے احتمال و امکان کو جائز قرار دے سکتے ہیں۔ اور اس احتمال و جواز سے شرعی احکام پر اعتماد اٹھ جائے گا، اور سب احکام میں شک کا راستہ کھل جائے گا۔ تاہم اگر یہ حدیث صحیح ہے تو پھر یہ تعریضی اسلوبِ کلام پر محمول ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تعریضات میں جھوٹ سے بچنے کے لیے کھلا میدان موجود ہے"۔

امام رازیؒ نے حدیث کو پرویز جیسا مفہوم و معنٰی کے لحاظ سے لغو، مہمل اور اسرائیلی افسانہ نہیں کہا ہے اور مضمون و مفہوم کے اعتبار سے اس حدیث کو نا قابل قبول کہنے کے باوجود صحت کے احتمال کو تسلیم کیا ہے اور اس کی وہی توجیہ کی ہے جو جمہور مفسرین نے کی، ہے کہ اس میں کذب سے جھوٹ بولنا مراد نہیں ہے بلکہ تعریض وطنز اور توریہ ہے جو ظاہر میں جھوٹ ہوتا ہے مگر حقیقت میں متکلم کی مراد کے اعتبار سے سچ ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام رازی نے حدیث پر نقد اس طرح کیا ہے کہ جو لوگ کذب کو حقیقی معنٰی میں لیتے ہیں اور جھوٹ کی نسبت ایک نبی کی طرف کرتے ہیں۔ اور انہوں نے کذب کو حقیقی معنوں میں جھوٹ بولنے پر محمول کیا ہے۔ اور اس پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کسی مصلحت کی بنیاد پر اللہ نے نبی کو جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہو۔ اور جہاں تک توریہ کا تعلق ہے تو امام رازیؒ توریہ کا قائل ہے اور کذب کو انہوں نے یہاں تعریض اور توریہ پر محمول کیا ہے۔

[32]۔ فخر الدین الرازی، مفاتیح الغیب، التفسیر الکبیر، ج22، ص185۔86، سورت الانبیاء آیت 63

امام ابن جریر طبری ؒ کی رائے:

امام ابن جریر طبری م 310ھ کذباتِ ثلاثہ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں۔

"وغیر مستحیل ان یکون اللہ تعالیٰ ذکرہ اذن لخلیلہ فی ذٰلک لیقرع قومہ بہ ویحتج بہ علیہم یعرفھم موضع خطاھم وسوء نظرھم لانفسھم کما قال مؤذن یوسف لاخوتہ ایتھا العیر انکم لسارقون ولم یکونواسرقوا شیئا"[33]۔

یہ بات ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست ابراہیم خلیل اللہ کو ان کذبات ثلاثہ کی اجازت دی ہو، تاکہ ان کے ذریعے اپنی قوم کی سرزنش کرے، ان کے ذریعے ان پر اتمام حجت کریں اور ان کو سمجھادے کہ تم غلطی کر رہے ہو اور یہ تمہارے لئے براعقیدہ ہے اور ایک بے کار نظریہ ہے۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے منادی نے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو کہا تھا کہ اے قافلے والوں تم نے چوری کی ہے حالانکہ انہوں نے چوری نہیں کی تھی۔

امام بغوی ؒ کی رائے:

کذبات ثلاثہ کے بارے میں امام بغویؒ فرماتے ہیں:

"ویجوز ان یکون اللہ عزوجل اذن لہ فی ذٰلک لقصد الصلاح وتوبیخھم والاحتجاج علیھم کما اذن لیوسف حتیٰ امر منادیہ، فقال لاخوتہ ایتھاالعیر انکم لسارقون ولم یکونوا سرقوا"[34]۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ اجازت ان کی اصلاح، ان کی سرزنش اور ان پر اتمام حجت کرنے کے لیے دی گئی ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو اجازت دی تھی۔ آپ کے منادی نے یوسف علیہ السلام السلام کے بھائیوں کو کہا تھا کہ اے قافلے والوں تم نے چوری کی ہے حالانکہ انہوں نے چوری نہیں کی تھی۔

اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے بھی جھوٹ نہیں بولا ہے بلکہ یہ اللہ کی طرف سے وحی تھی کہ یہاں اصلاح کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا جائے تب ابراہیم علیہ السلام نے یہی طریقہ اختیار کیا۔

حافظ عمادالدین ابن کثیر ؒ کی رائے:

حافظ عمادالدین ابن کثیر دمشقیؒ فرماتے ہیں:

"فھو حدیث مخرج فی الصحاح والسنن من طرق، ولکن لیس ھٰذا من باب الکذب الحقیقی الذی یذم فاعلہ حاشا وکلا وانما اطلق علیٰ ھٰذا تجوزا، وانما ھومن المعاریض فی الکلام لمقصد شرعی دینی کماجاء فی الحدیث ان فی المعاریض لمندوحۃ عن الکذب وقال ابن ابی حاتم عن ابیہ حدثنا ابن عمر حدثنا سفیان ،عن علی بن زید بن جدعان، عن ابی

---

[33]۔ابن جریر الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید، تفسیر ابن جریر، ج17، ص63

[34]۔امام بغوی، ابو محمد حسین بن مسعود بغوی، 433ھ تا516ھ، معالم التنزیل، ج5، ص325، سورت الانبیاء

نضرة ، عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہﷺ : فی کلمات ابراہیم الثلاث اللتی قال ما منہا کلمۃ الا ما حل بہا عن دین اللہ تعالیٰ فقال انی سقیم وقال بل فعلہ کبیرہم ھٰذا وقال للملک حین ارادالمراۃ ھی اختی"[35]۔

یہ حدیث صحاح اور سنن میں کئی اسانید اور طرق کے ساتھ نقل ہوئی ہے لیکن اس سے مراد حقیقی جھوٹ نہیں ہے جس کا قائل قابل ملامتی اور قابل مذمت ہو،ایسا ہر گز نہیں ہے، سیدنا ابرہیم علیہ السلام کی شان اس سے بہت اونچی ہے،اس پر جھوٹ کا اطلاق مجازا ہو ہے۔ حقیقت میں یہ ایک تعریضی بات تھی جو کہ ایک شرعی اور دینی مقصد کے لئے کہی گئی تھی۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ تعریضات کی وجہ سے انسان جھوٹ سے بچ جاتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے ابو سعید خدری رضی اللہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام کی تین باتوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان میں ہر ایک کے ذریعے انہوں نے اللہ کے دین کی دفاع کیا تھی۔ایک یہ کہ "انی سقیم" کہا تھا،دوسری یہ کہ "بل فعلہ کبیرہم ھٰذا " کہا تھااور تیسری یہ کہ بادشاہ نے جب اس کی بیوی کا ارادہ کیا تو انہوں نے "ھی اختی" کہا تھا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حدیث میں لفظ کذب سے جھوٹ مراد نہیں ہے اس لئے کہ ابراہیم صدیق کی شان اس سے زیادہ بلند و بالا ہے کہ وہ جھوٹ بولے بلکہ یہ تعریض وتوریہ ہے۔ جس کی حدیث میں اجازت دی گئی ہے۔اور یہ تینوں اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ اللہ کی دین کے لئے کہی گئی ہیں۔

امام نوویؒ کی رائے:

مسلم کے مشہور شارح امام نوویؒم 676ھ نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ :

"حدیث میں مذکور تین باتیں سامعین کے اعتبار سے تو جھوٹ تھیں لیکن نفس الامر میں فی الواقع وہ جھوٹ نہیں تھیں۔ جس کی شریعت میں مذمت کی گئی ہے اور اس کی دو وجوہات ہیں۔ایک یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے توریہ کیا تھا۔اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ جھوٹ بھی ہو تو ظالموں کے ظلم سے بچنے کے لئے یہ جائز ہے۔ فقہاء نے اتفاق کیا ہے کہ اگر کوئی ظالم کسی انسان کو ظلما قتل کرنے کے لئے آرہا ہو جو کسی جگہ چھپا ہوا ہو یا کسی انسان کی امانت غصب کرنا چاہتا ہوں اور اس نے اس شخص سے پوچھا جسے معلوم تھا کہ انسان کہاں چھپا ہوا ہے،اور امانت کہاں رکھی ہوئی ہے ،تو ایسے موقع پر علم سے انکار کرنا واجب ہے، اور یہ جھوٹ نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔اس لئے کہ یہ جھوٹ ظالم سے مظلوم کو بچانے کے لئے ہے۔ پس نبی ﷺ نے اس حدیث میں ہمیں خبر دی ہے کہ یہ تین جھوٹ اس جھوٹ میں شامل نہیں ہیں جو مذموم اور ممنوع ہے۔مازری نے کہا ہے کہ بعض علماء نے ان کلمات کی تاویل کی ہے اور ان کو جھوٹ سے خارج کرنے کی کوشش کی ہے لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے جب ان پر جھوٹ کا اطلاق کیا ہے تو اس سے انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میں (نووی) کہتا ہوں کہ لفظ کذب کے اطلاق سے تو انکار نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ حدیث میں وارد ہے۔ لیکن علماء نے ان کی جو تاویلات کی ہیں وہ صحیح ہیں[36]۔

---

[35]۔ابن کثیر الدمشقی، حافظ عمادالدین، اسماعیل بن عمر بن کثیر، ج7، ص21، تشریح سورت الصافات۔

[36]۔ محی الدین النووی، یحیٰ بن شرف، صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب الفضائل، ج۱، ص ۲۳۵

اس کے علاوہ مشہور اور معتمد مفسرین جن میں حافظ ابن کثیرؒ، امام قرطبیؒ، ابو حیان اندلسیؒ، امام رازیؒ، علامہ ابن الجوزیؒ، نیشاپوریؒ، جار اللہ زمخشریؒ، امام نسفیؒ، قاضی بیضاویؒ، علامہ سید محمود آلوسیؒ اور قاضی ثناء اللہ مظہریؒ اور دوسرے مفسرین نے یہی توجیہ کی ہے کہ یہ تعریض اور توریہ پر محمول ہے۔اسی طرح "انی سقیم" اور "بل فعل کبیرهم هٰذا" کی تاویل بھی یہ ہے کہ یہ بھی تعریض اور توریہ ہی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کذبات ثلاثہ کی حدیث مفسرین اور محدثین کے نزدیک سند اور معنی دونوں کے لحاظ سے صحیح اور قابل قبول ہے۔اور اس میں کذب کا جو لفظ آیا ہے وہ ابراہیم علیہ السلام کے صدیق ہونے اور جھوٹ سے معصوم ہونے کے منافی نہیں ہے، اس لئے کہ اول تو اس سے مراد توریہ اور تعریض ہے، جو حقیقت میں جھوٹ نہیں ہوتا، لیکن اگر جھوٹ بھی ہو تو دینی مصلحت کے حصول یا ظلم و مضرت سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے جائز ہے بلکہ " اختیار اهون البلیتین" اور" تحمل اخف الضررین" کے قاعدے کی رو سے بعض صورتوں میں واجب بھی ہو جاتا ہے۔

کذبات ثلاثہ کے بارے میں مفسرین کی آراء کا خلاصہ:

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ، ابن ابی حاتمؒ، امام قرطبیؒ، امام ابن جوزیؒ، امام بیضاویؒ، امام نسفیؒ، قاضی ثناء اللہ مظہریؒ اور امام ابو حیان اندلسیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حدیث میں لفظ کذب سے جھوٹ مراد نہیں ہے، اس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام کی شان اس سے بہت زیادہ بلند و بالا ہے کہ وہ جھوٹ بولے بلکہ تعریض و توریہ ہے، جس کی اجازت حدیث میں دی گئی ہے۔

اس کے علاوہ ابن ابی حاتمؒ کی روایت میں خود رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ تینوں تعریضی باتیں اللہ کے دین کے لیے کہی گئی تھیں۔ بیمار ہونے کا ذکر اس لیے کیا تھا کہ لوگوں سے پیچھے رہ کر بتوں کو توڑے اور ان کی الوہیت پر خود ضرب لگائے، بتوں کو توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف اس لیے کی تھی کہ ان پر اتمام حجت ہو جائے، اور بیوی کو بہن اس لیے کہا تھا کہ اس کی آبرو اور جان بچ جائے جو دین ہی کا تقاضا ہے۔دوسری حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دو باتیں اللہ کے لیے کہی تھیں اور ایک بات کو اپنے نفس کے لیے کہی تھی تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ بیوی کی آبرو کو بچانا اگرچہ دین کا حکم بھی ہے لیکن یہ انسان کی اپنی ضرورت اور اپنے نفس کا تقاضا بھی ہے، ورنہ یہ تینوں باتیں دین ہی کے لیے کہی گئی تھیں۔

دوسرے مفسرین نے اس حدیث کی یہی توجیہ کی ہے کہ یہ تعریض اور توریہ پر محمول ہے۔اور" بل فعله کبیرهم هٰذ" ااور اسی طرح "انی سقیم" کی تاویل میں بھی یہی کہا ہے کہ یہ تعریض تھی۔

امام کسائیؒ نے یہ تاویل کی ہے کہ "بل فعله" پر وقف ہے۔اور فاعل کی ضمیر مستتر ہے جو" فتی "کی کی طرف راجع ہے۔یا اس کا فاعل" من فعله " مقدر ہے۔یعنی عبارت یوں ہے کہ " بل فعله من فعله" اور" کبیرهم "مبتداء ہے جس کی خبر" هٰذا "ہے۔یعنی یہ کام اسی نوجوان نے کیا ہے جس نے بھی کیا ہے ان میں سے بڑا بت یہ ہے ان سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتا ہے۔لیکن محققین نے امام کسائی کی تاویل کو قبول نہیں کیا اس لیے کہ یہ غیر متبادر تاویل ہے۔

اسی طرح بعض مفسرین نے کہاہے کہ "بل فعله کبیرهم هٰذا ان کانو اینطقون"کی جزاءہےاور" فاسئلوهم "اگرچہ لفظاً مقدم ہے لیکن معنیً مؤخر ہے۔اس تاویل کے اعتبار سے مفہوم یہ ہے کہ اگر ٹوٹے ہوئے بت بات کرتے ہیں تو پھر ان کو اسی بڑے بت نے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے پس پوچھ لوان سے یہ بتادیں گے کہ ہم کو اس بڑے بت نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑا ہے۔

یعنی فعل کی نسبت کو بتوں کے بولنے سے معلق اور مشروط کیا گیا ہے جو ظاہر ہے کہ بول سکتے تو پھر یہ کام بڑے بت نے نہیں کیا، بلکہ میں نے کیا ہے۔لیکن محققین نے اس قول کو بھی رد کیا ہے اس لیے کہ یہ سیاق کلام اور نظم کلام سے متبادر نہیں ہے اور اس کے لیے مقدم کو مؤخر ماننا پڑتا ہے۔

نتائج وخلاصہ بحث:

صحیح بخاری میں وارد حدیث کذبات ثلاثہ کے بارے غلام احمد پرویز صاحب نے اپنا نقطہ نظر یہ بیان کیا ہے کہ یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی نہیں ہو سکتی، کیوں کہ اس حدیث میں ایک نبی کی طرف جھوٹ کی نسبت کی گئی ہے۔اور نبی کی شان اس سے بہت برتر ہے۔اور اسی وجہ سے انہوں نے اس حدیث کو رد کیا ہے۔اگرچہ اس حدیث کی سند کے بارے آپ نے کچھ نہیں کہا ہے، لیکن درایتی لحاظ سے اسے رد کیا ہے کہ یہ عقل کے خلاف ہے کیونکہ پیغمبر جھوٹ سے محفوظ ہوتا ہے۔ہم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حدیث کذبات ثلاثہ روایت اور درایت دونوں لحاظ سے ثابت اور درست ہے۔کیوں کہ یہ حدیث بخاری کی حدیث ہے اور بخاری کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ "اصح الكتب بعد كتاب الله" یعنی قرآن کے بعد صحیح ترین کتاب ہے۔لہذا روایت کے لحاظ سے تو ثابت ہی ہے۔اسی طرح درایتی لحاظ سے بھی یہ حدیث ثابت ہے کیوں کہ یہ حدیث درایتی اصولوں کے خلاف ہے ہی نہیں، کیوں کہ جن اصولوں کی بنیاد پر اسے رد کیا گیا ہے وہ یہ ہیں کہ اس حدیث میں ایک نبی کی طرف جھوٹ کی نسبت کی گئی ہے۔ہم نے اہل لغت، محدثین، متکلمین اور مفسرین کے اقوال ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ یہاں کذب سے جھوٹ مراد نہیں ہے بلکہ یہاں توریہ، ایہام اور تعریض مراد ہے، اور کلام عربی میں ان الفاظ کی گنجائش بھی موجود ہے۔

حدیث "کذباتِ ثلاثہ " صحیح الاسناد حدیث ہے جسے بخاری اور مسلم کے علاوہ کئی محدثین نے متعدد اسانید اور طرق کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس حدیث کی صحت کے بارے میں کسی محدث اور ناقد نے کوئی بات اور جرح بھی نہیں کی ہے لہٰذا محدثین کے مسلمہ اصول کی روشنی میں حدیث کذباتِ ثلاثہ سنداً ثابت ہے۔

مفسرین اور محدثین کے اقوال کا خلاصہ اس بارے میں یہ ہے کہ کذباتِ ثلاثہ کی حدیث ان کے نزدیک سند اور معنی دونوں اعتبار سے صحیح اور قابل قبول ہے، اور اس میں کذب کا جو لفظ آیا ہے وہ ابراہیم علیہ السلام کے صدیق ہونے اور جھوٹ سے معصوم ہونے کے منافی نہیں ہے، اس لیے کہ اول تو اس سے مراد توریہ اور تعریض ہے جو حقیقت میں جھوٹ نہیں ہوتا۔لیکن اگر یہ جھوٹ بھی ہو تو دینی مصلحت کے حصول یا ظلم و مضرت سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے جائز ہے، بلکہ "اختياراهون البليتين يا تحمل اخف الضررين "کے قاعدے کی رو سے بعض صورتوں میں واجب بھی ہو جاتا ہے۔

مولانا مودودیؒ اس قاعدے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ !

"راست بازی اور صداقت شعاری اسلام کے اہم ترین اصولوں میں سے ہے اور جھوٹ اس کی نگاہ میں ایک بدترین برائی ہے، لیکن عملی زندگی کی بعض ضرورتیں ایسی ہیں جن کی خاطر جھوٹ کی نہ صرف اجازت ہے، بلکہ بعض حالات میں اس کے وجوب تک کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ عملی زندگی میں خیر و شر کی کشمکش کے درمیان انسان کا بہت سے مواقع پر ایسے حالات سے سابقہ پیش آجاتا ہے جس میں ایک چھوٹی بھلائی پر اصرار کرنے سے ایک بڑی برائی کا نقصان ہوتا ہے یا ایک چھوٹی برائی ترک کرنے سے ایک بڑی برائی لازم آتی ہے۔ ایسے مواقع پر عقل بھی یہ چاہتی ہے کہ ایک کم قیمت چیز پر زیادہ قیمتی چیز کو قربان نہ کیا جائے۔ اور شریعت الٰہیہ میں جو حکمت معتبر ہے اس کا تقاضا بھی یہ ہے کہ بڑی برائی سے بچنے کے لیے چھوٹی برائی کو گوارا کیا جائے اور چھوٹی بھلائی کی خاطر بڑی بھلائی کو نقصان نہ پہنچنے دیا جائے"[37]

محدثین، مفسرین، متکلمین اور اہل لغت کی تصریحات کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ حدیث روایت اور درایت دونوں لحاظ سے صحیح ہے اور بخاری کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور اس میں وارد لفظ "کذب" سے مراد حقیقۃً جھوٹ نہیں بلکہ توریہ، ایہام اور تعریض ہے جو کہ نبی کی شان کے مخالف نہیں ہے اور کلام عربی میں بھی ان الفاظ کی گنجائش موجود ہے۔

تجاویز و سفارشات:

تحقیق کے آخر میں چند سفارشات پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں تا کہ آنے والے محققین ان چیزوں کی طرف توجہ دیں اور آئندہ اس موضوع پر تحقیق کے دوران ان چیزوں کو ملحوظ نظر رکھیں تا کہ ان کی تحقیق ثمر آور ہو۔

غلام احمد پرویز صاحب نے اپنی کتاب "مقام حدیث" میں حدیث کذبات ثلاثہ کو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ عقلاً بعید ہے کہ کی نبی کی طرف جھوٹ کی نسبت کی جائے۔ الحمد للہ ہم نے اس پر تحقیق کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ حدیث عقلاً بعید نہیں ہے اور یہ روایت اور درایت دونوں لحاظ سے ثابت ہے۔ البتہ اس کتاب میں فاضل مصنف نے صرف اس حدیث کو تنقید کا نشانہ نہیں بنایا ہے بلکہ درجنوں احادیث کو ہدف تنقید بنا کر رد کیا ہے۔

ان احادیث میں حدیث "وقوع الذباب فی الطعام"، "حدیث غروب الشمس"، حدیث "ملک الموت کے طمانچہ مارنا" حدیث "سو عورتوں کا دورہ" حدیث "قد آدم علیہ السلام" حدیث "حضور اور ازواج مطہرات اور طواف بغسل واحد" حدیث "نمازیں کیسے فرض ہوئیں" "حدیث "حضور ﷺ پر جادو کا اثر" شامل ہیں۔ ان سب احادیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ کیا یہ احادیث نبی ﷺ کی ہو سکتی ہیں؟ اور یوں ان احادیث کو رد کیا ہے۔

لہذا میری تجویز یہ ہے کہ محققین ان احادیث پر غلام احمد پرویز کے اعتراضات کا جائزہ لیں اور ان کو موضوع بحث بنائیں۔

دوسری تجویز میری یہ ہے کہ غلام احمد پرویز صاحب نے احادیث کو عجمی سازش کہا ہے کہ صحاح ستہ کے مصنفین سارے ایرانی اور عجم ہیں، لہذا احادیث بھی عجم کی ایک سازش ہے اور اسلام میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے، بس قرآن ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ یہ ایک مہمل، لغو اور بے بنیاد بات ہے جو کہ کم علمی کا نتیجہ ہے، لہٰذا اس پر تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔

---

[37]۔ ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیمات، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، پاکستان، ج3، ص76

تیسری یہ کہ پرویز صاحب نے جمہور اہل سنت اور محدثین کا منہج چھوڑ کر قبولیت حدیث کے لیے اپنی طرف سے قواعد بنائے ہیں۔ محققین اس کو موضوع بحث بنا کر تحقیق کریں، کیونکہ تجدد کے لیے ایک نیا راستہ نکالنا اور اس کی بنیاد پر نبی ﷺ کے احادیث رد کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ قبولیت حدیث کے لیے پرویزی شرائط کی بطلان پر تحقیقی کام کی اشد ضرورت ہے۔